ہدیہ بہ بارگاہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

لَہٗ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتَابِ اَقْوَامًا وَّیَضَعُ بِہٖ آخَرِیْنَ (مسلم شریف)

DATA ENTERED
493

# تفسیر الوہی

## جلد سوم

سورۂ بقرہ کے چند رکوعات کی جامع تفسیر

از

رت امام المتکلمین ومحققین علامہ حافظ محمد الیوب صاحب

دہلوی قدس اللہ سرہٗ

کتبۂ رازی

۱۵۔ شہاب مینشن
محمد بن قاسم روڈ۔ کراچی ۱

(آئیڈیل پیکجز کراچی ۱)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ؕ وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا
اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ؕ
ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى
اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً
تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ
اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۪ وَلَا
يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ؕ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ
فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا
كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا
فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ
رَبَّهٗ ؕ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا
فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝

(البقرة: ٢٨٢-٢٨٣)

Marfat.com

اور انکار نہ کریں گواہ جب ان کو بلایا جائے اور نہ جی چرائیں لکھنے سے معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا معین وقت تک یہ تمہارے لئے زیادہ قرین انصاف ہے اللہ کے نزدیک اور گواہی کے بہت قریب ہے اور قریب ہے اس سے کہ دونوں کو شک نہ ہو یہ مستثنیٰ ہے کہ جب نقد معاملہ کرو جیسے تم آپس میں کرتے رہتے ہو تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم اس کو نہ لکھو اور تم گواہ بنالو جب تم خرید و فروخت کرو کاتب اور گواہ کو نقصان نہ پہنچائیں اگر تم نے ایسا کیا تو یہ تمہارے لئے نقصان کا سبب ہوگا اور اللہ پاک سے ڈرو اللہ تم کو تعلیم دیتا ہے اور اللہ ہر شے کو جانتا ہے اگر تم سفر میں ہو اور کاتب میسر نہ ہو رہن [illegible] اگر تم کو ایک دوسرے پر اعتماد ہو تو وہ امانت واپس کر دے جس کا امین بنایا گیا ہے۔ اللہ جو اس کا رب ہے اس سے ڈرے۔ تم شہادت کو مت چھپاؤ اگر تم نے چھپایا تو تمہارا دل گناہ گار ہے جو کچھ تم کرتے ہو اللہ سب جانتا ہے۔

اور نہ انکار کریں گواہ۔ جب ان کو بلایا جائے۔ مجتہدین کے دو گروہ ہیں ایک گروہ تو یہ کہتے ہیں کہ جب شاہد بننے کے لئے بلایا جائے تو انکار نہ کریں۔ دوسرے کہتے ہیں کہ گواہ کو جب گواہی ادا کرنے کے لئے بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں ان دونوں میں صحیح یہی ہے کہ گواہ بننے کیلئے نہیں بلکہ گواہی دینے کے لئے بلایا جائے تو انکار نہ کریں۔ کیونکہ اگر آپ گواہ بننا نہ چاہیں تو آپ ایسا کر سکتے ہیں۔ اس میں کوئی برائی نہیں ہے۔ ہاں اگر آپ گواہ ہیں۔ اور پھر آپ کو بلایا جائے اور نہ جائیں تو یہ بات منع ہے معصیت ہے اس لئے یہ حکم گواہی کے ادا کرنے سے متعلق ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ خطاب گواہوں سے ہے یعنی وہ لوگ جو گواہ بن چکے ہیں ان کیلئے حکم ہے کہ ادائے شہادت سے شہداء انکار نہ کریں۔ یہ معنی ہوئے بلایا اور نہ گئے یہ تو انکار ہے ہی۔ گئے اور غلط بیانی کی۔ یہ بھی انکار میں شامل ہے۔ اس کی

Marfat.com

بھی مبالغت ہے۔ ایک بات اور سمجھ لیں کہ شاہد اس کا پابند ہے کہ جب اس کو بلایا جائے تو وہ آئے اور غلام اپنے آقا کا پابند ہے کہ وہ اجازت دے تو آ سکتا ہے اور اگر وہ اجازت نہ دے تو وہ نہیں آ سکتا۔ اسی لئے حنفی مذہب میں غلام کی شہادت غیر معتبر ہے ولا تسئموا صغیرا او کبیرا الی اجلہ ایسی عبارتوں کا اردو میں ترجمہ بھی صحیح نہیں کر سکتے۔ وہ نہ جی چرائیں۔ کس چیز سے ان تکتبوہ اس کے لکھنے سے معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو۔ ہزار دو ہزار کا معاملہ بڑا کہلائیگا۔ سو پچاس کا معاملہ چھوٹا کہلائے گا۔ پیسے دو پیسے کا معاملہ چھوٹے معاملے میں بھی شامل نہیں ہے۔ الی اجلہ چھوٹا سا معاملہ ہو تو اس کے لیئے بھی یہ لکھنا چاہیئے کہ کس وقت ادا ہوگا۔

اس قدر لکھنے کی تاکید ہے۔ لیکن یہ سب مستحب ہے۔ مندوب ہے۔ فرض نہیں ہے۔ نظام عالم ٹھیک رکھنے کے لئے طریقہ احتیاط بتایا ہے ذالکم اقسط عند اللہ جو اور طریقہ بتایا گیا ہے۔ یہ اللہ کے نزدیک تمہارے لئے بہت عادلانہ بات ہے۔ اقوم للشہادۃ قوم کے بہت نزدیک ہے شہادت میں گواہی کے لئے یہ نہایت سیدھا طریقہ ہے۔ کہ اس کو لکھ لو۔ ادنی الا ترتابوا۔ اور قریب ہے اس سے کہ دونوں کو شک نہ ہو۔ تاکہ دونوں میں سے کسی کا نقصان بھول کی سبب نہ ہو جائے اقسط عند اللہ یہ عاقبت کی درستی کیلئے ہے۔ اقوم للشہادۃ یہ دنیوی نظام کے لئے ہے۔ الا ترتابوا فریقین کے فائدے کے لئے ہے۔ قرضہ کے لین دین کا معاملہ بیان کرنے کے بعد اب یہ اور بات کہی الا ان تکون تجارۃ حاضرۃ تدیرونہا بینکم مگر یہ کہ تجارت حاضر ہو حاضر تجارت دست بدست یعنی نقد معاملہ کو کہتے ہیں۔ آپ نے چیز خریدی اور پیسے دیئے ایسی صورت لکھنے سے مستثنیٰ ہے۔ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ فلیس علیکم جناح ان لا تکتبوھا

Marfat.com

تو تمہارے اوپر کوئی الزام نہیں ہے۔ اگر نہ لکھو جناح کے معنی گناہ کے ہیں۔ بلکہ گناہ اصل میں جناح کو بگاڑ کر ہی بنایا ہے۔ اگر لکھنا فرض ہوتا تو نہ لکھنا گناہ ہوتا۔ لیکن لکھنا چونکہ مندوب ہے اس لئے نہ لکھنا گناہ نہیں ہے۔ واشھدوا اذا تبایعتم اگر نہ لکھو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی لمبی چوڑی رقم ہے تو شاہد بنالو۔ جب تم خرید و فروخت کرو ہر چھوٹی چھوٹی چیز پر نظر ہے۔ دنیا کی کوئی حرکت نہیں ہے جس کو جاری رکھنے کے لئے ضابطہ نہ ہو۔ کسی چیز کو نہیں چھوڑا تاکہ عذر باقی نہ رہے ولا یضار کاتب ولا شھید اہل معاملہ کو کاتب اور شہید نقصان نہ پہنچائیں۔ اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ اہل معاملہ شہید اور کاتب کو نقصان نہ پہنچائیں کیونکہ یضار گرامر کی رو سے یضارر اور یضارر دونوں سے مشتق ہو سکتا ہے۔ وان تفعلوا فانہ فسوق بکم اگر تم نے ایسا کیا یعنی نقصان پہنچادیا تو یہ فسوق ہے۔ یعنی اللہ کی طاعت سے باہر ہو جاتا ہے۔ واتقوا اللہ اللہ سے ڈرو ویعلمکم اللہ اور اللہ تم کو تعلیم دیتا ہے۔ اور تعلیم وہ دے گا جو جانے گا۔ اس لئے دلیل بیان کی۔ کہ اللہ پاک ہر شے کو جانتا ہے ان اللہ بکل شیئ علیم۔ وان کنتم علی سفر اگر تم سفر میں ہو ولم تجدوا کاتبا اور کاتب میسر نہیں ہے فرھن مقبوضۃ تو چیز رہن رکھ دو۔ رہن کہتے ہیں۔ چیز گروی رکھنے کو۔ قبضہ میں دیدو۔ جب تک قبضہ نہیں ہوگا۔ رہن نہیں ہوگا۔ رہن سفر کے سلسلے میں بیان کیا لیکن سفر اور حضر دونوں میں جائز ہے۔

فان امن بعضکم بعضاً اگر تم میں سے کسی کو کسی سے خطرہ نہ ہو۔ آمن بے خوف ہونے کو کہتے ہیں۔ ترجمہ اس کا یہ ہوگا کہ اگر تم کو ایک دوسرے پر اعتماد ہو۔ تو پھر چیز کو رہن رکھنے کی ضرورت نہیں ہے فلیؤد الذی اؤتمن امانتہ تو چاہیئے

کہ جس پر اطمینان کیا گیا ہے۔ وہ امانت کو ادا کرے ولیتق اللہ ربہ اور اپنے رب سے ڈرے ولا تکتموا الشھادۃ اور گواہی کو چھپائے نہیں ومن یکتمھا فانہ اثم قلبہ جس نے ایسا کیا اس کا دل گناہ گار ہے۔ واللہ بما تعلمون علیم اور اللہ پاک تمہارے ہر کام سے خبردار ہے۔ جانتا ہے۔

میرے خیال میں ایک بات آئی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ پاک فرماتا ہے کہ ڈرو اللہ سے اور اللہ تم کو تعلیم دیتا ہے اور دلیل یہ دی کہ تعلیم وہی دے گا جو عالم ہے۔ جو شے کا عالم نہیں وہ تعلیم نہیں دے سکتا۔ یہ بہت بڑی بات ہے کہ تعلیم خدا ہی دے سکتا ہے عقل سے علم حاصل نہیں ہو سکتا۔ ایک برہان تمہارا اللہ پاک نے میرے دل میں ڈالی ہے اس میں سارا علم آگیا۔

کسی شے کا اس طرح ہونا کہ اس کے اس طرح ہونے سے کوئی دوسری شے سمجھی جائے تو پہلی شے کو دوسری شے کی دلیل کہتے ہیں۔ جس طرح روشنی سورج کی اور دھواں آگ کی دلیل ہے۔ لیکن اگر سورج اور آگ پہلے کسی نے نہ دیکھی ہو تو پھر اس کے لئے دلیل نہیں بن سکتی۔

اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ کوئی چیز جو تمہیں معلوم ہو اس کو چھپاؤ نہیں بتاؤ۔ کہتے ہیں کہ حکیم جالینوس کو کسی مرض کے متعلق راز معلوم ہو گیا۔ اس نے اس کو چھپا لیا۔ اور اپنی کتاب میں درج نہیں کیا۔ ایک روز اس نے دیکھا کہ کوئی فرشتہ اس سے کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے تجھے ایک راز بتایا اور تو نے میرے بندوں سے اس کو چھپا لیا۔ اس نے دوسرے دن صبح اٹھتے ہی اس کو اپنی کتاب میں درج کر دیا۔ قرآن میں تو اس کا تفصیل تم ہے۔ ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینٰت والھدیٰ ایسے لوگوں کے لئے حکم ہے

یلعنھم اللہ ویلعنھم اللٰعنون ایسے لوگوں پر اللہ کی اور تمام لعنت کرنیوالوں کی (بقرہ- ۱۵۹)
لعنت ہے۔ بنی ہوئی چیز سے بنانے والے کا خیال آتا ہے۔ مکان سے معمار کا یقین ہوتا ہے۔ یہی چیز ہے جس کو فلسفیوں اور عالموں نے اپنی کتابوں میں ایک طریقہ سے بیان کیا وہ بیان کرنے کا ایک طریقہ ہے ورنہ چیز وہ یہی ہے اسی کو دلیل کہتے ہیں۔

اب دیکھئے یہ دھوپ سورج پر دلالت کر رہی ہے یہ ہر شخص جانتا ہے اور دھوپ کو دیکھتے ہی اس کو یقین ہو جاتا ہے کہ سورج چمک رہا ہے۔ اب ایک ایسا شخص فرض کیجئے جس نے سورج کو نہ دیکھا ہو وہ دھوپ کو دیکھ کر کبھی سورج کو نہیں سمجھ سکتا۔ تو معلوم ہوا کہ دلیل سے وہ بات سمجھی جا سکتی ہے جس کو آپ پہلے سے جانتے ہیں۔ اگر آپ پہلے سے نہیں جانتے تو نہیں سمجھ سکتے۔ تو معلوم ہوا کہ عقل کے ذریعہ آپ ایسی بات نہیں جان سکتے جس کو آپ بغیر عقل کے پہلے سے نہ جانتے ہوں۔ سارا فلسفہ ختم ہو گیا۔ سارے عالم کو دعوت مقابلہ ہے۔ کوئی اس کے خلاف بول نہیں سکتا۔

اب جو آپ کو علم ہے کہ دھواں آگ کی دلیل ہے۔ تو عقل نے تو بتایا نہیں پھر کس نے بتایا۔ عقل کے علاوہ کوئی اور شے ہے جس نے آپ کو علم دیا۔ اسی کا نام خدا ہے۔ یہ معنی ہیں یعلمکم اللہ کے اگر وہ پہلے سے علم نہ دیتا۔ تو کوئی شے عقلی دلیل بن ہی نہیں سکتی تھی۔

پہلے فرمایا واتقوا اللہ اللہ سے ڈرو۔ جب بچہ نہیں تیار ہوتا کام کرنے کو تو آپ کہتے ہیں کہ نہیں تو لکڑی مارتا ہوں۔ وہ ڈر جاتا ہے۔ بات اس کے دل میں بیٹھ جاتی ہے اور وہ کام کر گذرتا ہے۔ یہی صورت ہے پہلے فرمایا کہ ڈرو اللہ سے اب جو وہ بتلائے گا تو دل میں بیٹھ جائیگا۔ ڈر بتایا کہ کیسے پیدا ہو۔

امانتوں کو ادا کرو۔ جب امانتوں کو ادا کر دو گے اسی وقت اللہ کی ہیبت پیدا ہو جائیگی

Marfat.com

ویتق اللہ جب اللہ کی ہیبت عظمت دل میں بیٹھ گئی تو یعلمکم اللہ اب جو اللہ تعالیٰ تعلیم فرمائیگا وہ دل میں بیٹھ جائیگی ۔ سب اللہ ہی کی تعلیم ہے

یہاں حاکم کے حکم کا جو خوف ہے اتنا خوف بھی حاکم الحاکمین کا نہیں ہوتا ۔ یہ نقصان دہ چیز ہے اس لئے مسلمان قوم تباہ ہوگئی ۔ اور اس کتاب کے اندر صرف یہی ذکر ہے ۔ یہی بیان ہے اس جہان میں تم رہ رہے ہو اس دنیا میں ۔ یہ زندگی درحقیقت دھوکا ہے اس کو اصل زندگی مت سمجھو ۔ یہ سمجھا نا ہے تو جب یہ دھوکا ہے تو یہ مفید ہو نہیں سکتی ۔ تو پھر یہ لغو ہوگی ۔ اور لغو اس کو کہتے ہیں جس کا ہونا نہ ہونے کے برابر ہو ۔ یہاں ہونا ہوگیا ۔ معلوم ہوگیا کہ اس کا ہونا نہ ہونے کے برابر نہیں ہے تو لغو بھی نہیں رہی تو پھر کیا ہے ۔ دراصل یہ مفید چیز کا ذریعہ ہے ۔ مفید چیز کوئی اور ہے اور اس کا یہ ذریعہ ہے ۔ جیسے کہ روپیہ کمانا جو ہے اصل تو وہ مقصد ہے ۔ اور دوڑ دھوپ بازاروں میں چلنا پھرنا ۔ بسوں سے اترنے میں گڑبڑانا کاہکوں سے جھگڑا ہونا یہ سب محنتیں کرتا ہے تو وہ محنت جو ہے وہ لغو تو نہیں ہے ۔ بلکہ وہ ذریعہ ہے کسی فائدہ کا ۔ اسی طرح یہ پوری زندگی کسی دوسری زندگی کا ذریعہ ہے

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (بقرہ - ۲۸۴)

للّٰہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ کے لئے ہے۔

وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ ط

اور اگر تم ظاہر کرو جو تمہارے دلوں میں ہے یا اسکو چھپالو اللہ اس کا حساب لے گا۔

فیغفر لمن یشاء و یعذب من یشاء ط

پھر بخش دے گا جس کو چاہے گا اور عذاب دے گا جس کو چاہے گا۔

واللہ علی کل شئ قدیر ۝ البقر ۴۰ ع

اور اللہ تمام اشیاء پر قادر ہے۔

عام طور پر مفسرین کا قاعدہ ہے کہ وہ آیات میں ربط دیتے ہیں تاکہ عبارت مربوط ہو جائے۔ یہ دل کو اچھا نہیں لگتا کہ اللہ پاک کا کلام بے ربط ہو۔ شیخ اکبر علامہ

Marfat.com

ی الدین عربی نے تو اتنی محنت کی ہے کہ الم سے والناس تک پورے قرآن کو ایک
جملہ قرار دیا ہے۔ لیکن مجھے اس سے اختلاف ہے انسانی شعور میں جو ربط ہے
ہ ربط انسانی کلام میں تو ہوگا۔ اللہ کے کلام میں وہ ربط تلاش کرنا غلطی ہے۔ فی
فسہٖ اللہ کا کلام مربوط ہو اس سے ہمیں بحث نہیں جو ربط انسانی نثار اور شعرا میں
ایا جاتا ہے اس ربط کو اللہ کے کلام میں تلاش نہیں کرنا چاہیئے۔ اس ربط کو معیار
بنانا جو ہمارے خیال میں ربط ہے یہ غلط ہے۔ کیونکہ ایسے حرف یا الفاظ کلام کے
شروع یا درمیان میں لانا جس کے اہل زبان کے یہاں کوئی معنی نہ ہوں ربط، فصاحت
بلاغت سب کے خلاف ہے۔ اللہ کے کلام میں کئی سورتوں کے شروع میں ایسے الفاظ
استعمال ہوئے ہیں۔ الٓمٓ۔ حٰمٓ۔ الٓرٰ۔ کٓهٰیٰعٓصٓ وغیرہ تو اس میں کیا ربط ہوگا۔ یہ وہی سی
بات ہے جس کے فعل میں ربط نہیں ہے اس کے کلام میں کیا ربط ہوگا۔ زمین کو دیکھو
کہیں پہاڑ کہیں ریگستان کہیں دریا، کہیں وادی کہیں نظم نہیں نظر آتا۔ آسمان کو
دیکھئے کہیں ترتیب نہیں ہے۔ گلاب کا پھول کس قدر نرم و نازک اس کے نیچے سخت
کانٹے لگا دیئے کہ ذرا بداحتیاطی سے پھول توڑیں تو ہاتھ زخمی ہو جائے۔ تو اللہ کے
فعل میں وہ ربط نہیں ہے جو ہمارے خیال میں ہے۔ جب اس کے فعل میں ربط نہیں
ہے تو اگر کلام میں بھی ربط نہ ہو تو کیا حرج ہے۔ اگر آپ مجھ سے دریافت کریں کہ
قرآن میں ربط ہے فصاحت ہے یا نہیں تو میں کہوں گا کہ ہے مگر یہ وہ ربط نہیں
ہے جو ہمارے ذہنوں میں ہے وہ فصاحت ہے جو انسانی شعور میں نہیں ہے اور نہ
آتی ہے۔ دلیل اسکی یہ ہے کہ اگر اس میں انسانی ربط اور فصاحت و بلاغت ہوتی
تو کوشش کرکے انسان ایسا کلام بنا لیتے۔ آج چودہ سو سال ہو گئے باوجود دعوت کے ایک
آیت کوئی نہیں بنا سکا۔ اور دیکھئے ابراہیمؑ و اسحاقؑ و یعقوبؑ و ایوب و موسیٰؑ و ہارونؑ
ناموں کا سلسلہ ہے چلا جا رہا ہے یہ ہماری مروجہ فصاحت کے بالکل خلاف ہے قرآن

میں جگہ جگہ کفار کے اور شیطان کے مقولے درج ہیں اور وہ سب معجزہ ہیں یا نہیں اگر کہو ہاں تو کفار اور شیاطین کا کلام معجزہ ہو گیا اگر کہو نہیں تو فصاحت بلاغت سب گئی۔ بس جو بات وہ کہدے معجزہ ہے اور اگر ہم وہی بات کہدیں تو وہ معجزہ نہیں وہ مالک الملک ہے جو چاہے سو کر دے۔ جو چاہے سو کہدے۔ یہ بات عقل میں آتی ہے کہ جو چاہے سو کر دے۔ لیکن سب مانتے ہیں کہ اللہ جو چاہے سو کر دے تو پھر اس میں کیا حرج ہے کہ یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ جو چاہے سو کہدے۔ اس میں کیا ربط ہے کہ پہلے آنے والی سورتیں بعد میں اور بعد والی پہلے رکھدیں۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ مکی سورتیں پہلے لکھی جاتیں لیکن وہ زیادہ تر آخر میں ہیں۔

ایک بہت بڑا مفسر ہے وہ کہتا ہے کہ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ (بقرہ ۲۳۳) دلیل ہے للہ ملک السمٰوٰت والارض کی۔ وہ کہتا ہے کہ اس قدر محکم اور عجیب افعال کا کرنے والا جاہل نہیں ہو سکتا وہ عالم ہی ہونا چاہیئے۔ ابو مسلم اصفہانی بہت بڑا معتزلی عالم اور حکیم ہے اس نے ربط دینے کے لئے یہ بات کہی ہے لیکن اس نے بات صحیح نہیں کہی یہ غلط ہے مستحکم۔ محکم اور عجیب فعل قطعی علم پر دلالت نہیں کرتا تمام دیگر حکماء بھی اسکے خیال سے متفق ہیں۔ لیکن مکڑی جالا تنتی ہے، شہد کی مکھی شش پہل خانے بناتی ہے۔ دونوں کس قدر محکم فعل ہیں بڑا بڑا مہندس بھی حیران ہے مگر نہ مکڑی کو کوئی عالم کہتا ہے نہ شہد کی مکھی کو۔ ان کو کوئی ایک شخص بھی عالم نہیں کہتا۔

دلیل کی تقریر یوں کرتے ہیں۔ زمین و آسمان مستحکم فعل ہیں اور یہ فعل اللہ کے ہیں محکم فعل کا فاعل عالم ہے تو زمین و آسمان جسکا فعل ہے یعنی اللہ پاک عالم ہے۔ مگر یہ دلیل صحیح نہیں ہے۔ بلکہ اللہ پاک نے جو دلیل فرمائی ہے وہ ہے

Marfat.com

صحیح دلیل اس نے فرمایا الا یعلم من خلق کھلا وہ نہ جانے جس نے پیدا کیا۔جو (ملک-۱۴)
اپنے ارادہ اور قدرت سے بنائے گا وہ بغیر علم کے نہیں بنائے گا۔ محکمیت دلیل
نہیں بلکہ دلیل اختیار ہے۔

بعض مفسرین نے یہ بھی کہا ہے کہ اس سورۃ میں تمام احکامات بیان کئے ہیں۔ صدقہ، لین دین۔ زکوٰۃ۔ سود۔ طلاق۔ عدت۔ شہادت۔ جہاد۔ تجارت وغیرہ جب سب بیان کر چکا تو اب آخر میں فرمایا کہ جان لو سب ملکیت اللہ ہی کی ہے۔ اور اللہ پاک سب کچھ جانتا ہے۔ تحدید ہے ڈانٹ ہے خبردار اگر خلاف کیا ہمیں جانتے ہو ہم کون ہیں ہم سے بچ نہیں سکتے۔ جو کچھ تمہارے دل میں ہے اس کا وہ حساب لے گا اور حساب وہی لے گا جو جانتا ہوگا۔ یہ آیتیں قدرت اور علم دونوں پر دلالت کر رہی ہیں۔ اور یہی دو کمال ہیں بس عقلمند آدمی کو سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ دونوں کمال اس میں ہیں لہذا اسکے حکم کی تعمیل کرنا چاہیئے۔

بعض مفسرین نے اس کو شہادت کی آیت سے ربط دیا ہے کہ شہادت کو نہ چھپانا ورنہ میں سب کچھ جانتا ہوں سب حساب تم سے لے لوں گا۔ ایک اتنے بڑے عالم ہیں کہ مجھے یہاں ان کا نام لینے میں تکلف ہوتا ہے میرا علم ان کے جہل سے بھی کم ہے ان کی رائے یہ ہے کہ لین دین میں ہم نے تم کو بتایا ہے کہ لکھوا اور شہادت کرالو اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے ہمارا اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے ہم تو زمین و آسمان کے مالک ہیں۔ جتنی رائیں اوپر بیان کی ہیں سب بہت بڑے بڑے علماء کی ہیں اور سب ہزار سال پہلے کے ہیں۔ لیکن میں نے بتا دیا کہ ربط کی ضرورت نہیں ہے۔ آیت کے معنی یہ ہیں کہ یہ تمام کائنات آسمانی اور کائنات ارضی سب اللہ کی ملک ہے لیکن یہ معلوم کیسے ہوا۔ تین صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو اس کا کوئی مالک نہیں ہے یا اللہ کے علاوہ کائنات میں سے کوئی مالک ہے یا پھر خدائے تعالیٰ خود مالک ہے۔

Marfat.com

ایسی چیزیں جن کا کوئی مالک نہیں ہوتا جن کی نگہداشت نہیں ہوتی وہ خراب اور برباد ہو جاتی ہیں مگر جتنی تاثیرات ہیں سب جوں کی توں باقی ہیں بالکل نہیں بدلیں تو معلوم ہوا یہ خراب نہیں ہوئیں۔ ان کی نگہداشت کرنے والا کوئی ہے جو ان کی ہر وقت دیکھ بھال کرتا رہتا ہے۔ لہذا اس کا کوئی مالک ضرور ہے۔

اب اگر اس کائنات میں سے کوئی مالک ہے تو اسے ہونا چاہیئے۔ مگر یہاں جو کچھ ہے سب مال ہی مال ہے مالک خود مال نہیں ہوتا۔ تو معلوم ہوا کہ ان میں سے بھی کوئی مالک نہیں ہے اور مالک ہے ضرور تو وہ مالک خدا ہی ہو سکتا ہے۔

فلسفیانہ طریقہ پر یوں کہا جا سکتا ہے جتنی اشیاء ہیں سب مال ہیں۔ ان میں مال ہی بننے کی خاصیت ہے مالک بننے کی خاصیت نہیں ہے۔ مال کی تعریف یہ ہے کہ قابل تصرف ہو۔ کہ اشیاء قابل تصرف ہیں کسی میں تصرف کرنے کی اہلیت نہیں ہے۔ تصرف کے معنی یہ ہیں کہ حالات میں تبدیلی کر دینی۔ جو خصلتیں اشیاء کی مقرر کر دی ہیں وہ ناقابل تبدیل ہیں ہر شے کا خاصہ الگ ہے اور خاصے کا جو محل ہے جسم وہ ہر شے میں مشترک ہے۔ تو معلوم ہوا کہ کوئی خاصہ جسم کی طبیعت کا تقاضہ نہیں ہے۔ تو پھر کوئی ایسی طاقت ہے جس نے یہ خاصے اس میں پیدا کر دیئے ہیں اور وہ جسم سے باہر کی شے ہے اور جو شے جسم سے باہر ہوگی وہ جسم نہیں ہوگی اور جو شے جسم نہیں ہوگی وہ ایسی نہیں ہوگی جیسے یہ جسم ہے اور جسم ایسا ہے کہ پہلے نہیں تھا پھر ہوا تو وہ ایسا نہیں ہوگا کہ پہلے نہ ہو پھر ہو تو پھر وہ ایسا ہوگا کہ ہو ہی ہو۔ وہی ہے قادر مطلق جو ان تمام اشیاء میں خاصیتیں پیدا کر رہا ہے لہذا مالک کل وہی ہے۔

وان تبدو ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ۔ جو چیزیں تمہارے دل میں ہیں ان کو ظاہر کر دیا چھپاؤ اللہ سب کا حساب تم سے لے لے گا۔ جب یہ آیت اتری تو بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض

Marfat.com

کی کہ دل میں تو ہمارے بہت سی بری باتیں آتی ہیں جن پر ہمارا کوئی بس نہیں ہے ہم تو بڑی مشکل میں پڑ گئے تو آپؐ نے فرمایا تم نے یہود یوں والی بات کی کہ سمعنا وعصینا (نساء-۴۵) جبکہ تمہیں کو کہنا چاہیئے تھا سمعنا واطعنا ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ ایک سال تک پریشان رہے تب اگلی آیت اتری لا یکلف اللہ نفسًا الا وسعہا۔ (بقرہ-۲۸۵) تب جاکر اطمینان ہوا کہ اللہ کسی کو اسکی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ (بقرہ-۲۸۶)

بعض مفسرین نے یہ بیان کیا کہ تمہارے جی میں آیا شراب پیو اب تم کھلم کھلا پیو یا چپکے سے گھر میں بیٹھ کر پیو۔ دونوں برابر ہیں۔ باز پرس ہوگی ہر صورت میں لیکن یہ بات صحیح نہیں معلوم ہوتی کیونکہ اگلی آیت میں ہے یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء۔ جس کو چاہے گا بخش دے گا جس کو چاہے گا عذاب دے گا۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو خیالات غیر اختیاری طور پر آتے ہیں وہ معاف ہیں۔ جوا کھیلنے کا خیال آیا کسی سے اس کا ذکر نہیں کیا اور کھیلا بھی نہیں یہ معافی کا مستحق ہے۔

جو لوگ سزا کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں سزا تو ضرور ملے گی مگر اس دنیا میں ملے گی کہ وہ پریشان رہے گا اور وہاں اس کو معافی مل جائے گی۔ اس اصول کو یاد رکھیں کہ سزا و جزا، ثواب و عذاب اس پر ہے جس کا آپ کو اختیار ہوگا۔ جو آپ کے اختیار میں نہیں ہے اس پر عذاب نہیں ہوگا۔ خواہ وہ جسمانی ہو یا دماغی۔ ایک عورت جارہی ہے غیر اختیاری طور پر اس پر نظر پڑ گئی معاف اب جو دوبارہ دیکھے گا اختیار اور ارادہ سے دیکھے گا اس پر مواخذہ ہوگا۔

یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء جس کو چاہے گا بخشے گا جس کو چاہے گا عذاب دے گا۔ یہاں ایک بات نکل آئی کہ کافر اپنی کفر کی وجہ سے دائمی عذاب کا مستحق ہے وہ تو معاف ہوگا ہی نہیں۔ اور مومن مطیع اپنی فرماں برداری کے سبب جنت میں جائے گا اور دائم وہیں رہے گا تو یہ آیت ان دونوں کے علاوہ

Marfat.com

جو گروہ ہے اس کے لئے ہے وہ گروہ مومن فاسق ہے تو مومن فاسق کو اللہ جسکو چاہے گا بخش دے گا اور جس کو چاہے گا عذاب دے گا۔ یہ آیت رد ہے معتزلہ اور دیگر لوگوں کا جو فاسق کی بخشش کے قائل نہیں ہیں۔

واللہ علی کل شئ قدیر۔ اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

جہم ابن صفوان اس کا قائل ہے کہ انسان مجبور محض ہے اس کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ اس کی حرکات مثل جمادات کے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ شے نہیں ہے اسکی دلیل یہ آیت ہے جب اللہ ہر شے پر قادر ہے تو اگر اللہ پاک شے ہوگا تو وہ خود اپنے اوپر قادر ہو جائے گا۔ دلیل کی تقریر یوں ہے کہ اللہ تعالےٰ مقدور نہیں ہے اور ہر شے مقدور ہے لہذا اللہ تبارک وتعالےٰ شے نہیں ہے۔ مقدور ہونا ہر شے کے لئے ثابت ہے اور اللہ تعالیٰ سے منفی ہے قاعدہ یہ ہے کہ جو شے کسی شے کے لئے ثابت ہو اور دوسری شے سے وہ منفی ہو تو وہ دونوں آپس میں ایک دوسرے سے منفی ہو جائیں گے لہذا اللہ تعالےٰ شے نہیں ہے۔ بات اس نے بالکل قاعدہ میں کہی ہے اور نتیجہ نکالنے کے لئے کافی ہے کہ اللہ شے نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں یہ غلط ہے۔ اور غلط یہ جب ہوگی کہ جب یا دونوں مقدمے غلط ہوں یا کم از کم ایک غلط ہو۔ مقدمے دونوں اگر صحیح ہوں تو نتیجہ صحیح نکلنا چاہیئے مقدمے یہاں دونوں صحیح ہیں اللہ تعالیٰ مقدور نہیں ہے یہ مقدمہ صحیح ہے دوسرا مقدمہ اللہ ہر شے پر قادر ہے یہ بھی صحیح ہے پھر کیا وجہ ہے غلطی کی۔ غلطی اس میں یہ ہے غور کریں یہ مقدمہ اللہ ہر شے پر قادر ہے اس میں جو" ہر شے "ہے اس میں اللہ تعالیٰ شامل ہے یا نہیں شامل ہے۔ اگر ہر شے میں شامل ہے تو پھر وہ شے ہو گیا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر وہ شامل نہیں ہے تو اسکے یہ معنی ہوئے کہ اللہ کے علاوہ ہر شے مقدور ہے۔ نتیجہ اب یہ نکلے گا کہ اللہ ایسی شے ہے جو ہر شے میں شامل نہیں ہے۔

دوسری دلیل اس نے یہ دی لیس کمثلہ شئ اسکے معنی یہ ہوئے لیس مثل مثلہ شئ اسکی مثال کی مثال کوئی شے نہیں ہے۔ یہ بہت بڑا مغالطہ ہے اس کو (شوری-۱۱) مغالطہ عامتہ الورود کہتے ہیں منطق میں یہ بہت آتا ہے۔

اس کی مثل کی مثل شے نہیں ہے۔ اگر ا کی مثل ب ہے تو ب کی مثل ا ہوگا لہذا اللہ کی مثل جو ہوگا وہ اللہ ہوگا۔ جب مثل کی مثل شے نہیں ہے تو اسکا مفہوم یہ نکلا کہ اللہ شے نہیں ہے۔ مگر یہ دلیل بھی غلط ہے وہ بات سمجھا نہیں۔ یہ نکرہ منفیہ ہے نفی کے بعد جو نکرہ آتا ہے وہ عام ہوتا ہے اسکا مفہوم یہ ہے کہ اللہ ایسی شے ہے کہ اسکی مثل کوئی شے نہیں ہے یعنی اللہ کی مثل کوئی شے نہیں ہے۔ دھوکا یہ ہوا کہ اس نے خالی شے کہا یہ نہیں کہا کہ لیس کے بعد شے ہے۔

اللہ تعالےٰ قادر ہے ہر شے پر۔ بہت سخت مسئلہ ہے اس پر شدید بحثیں ہوئی ہیں اور بڑی ٹھوکریں کھائی ہیں۔ جو لوگ قدرت کے قائل تھے انہوں نے نقائص اور محالات پر بھی اس کو قادر کر دیا۔ اور جو لوگ اس کے منکر تھے انہوں نے بہت سی چیزوں پر قدرت سے انکار کر دیا۔

بحث =

یہاں دو چیزیں ہیں ایک ممکن اور ایک محال۔

محال وہ شے ہے جس کے ساتھ قدرت متعلق نہ ہو سکے اور جو خیال میں نہ آسکے۔ مثال اسکی اجتماع النقیضین ہے۔ یہ بات خیال میں نہیں آتی کہ ایک شے ایک ہی وقت میں ہلکی بھی ہو اور بھاری بھی ٹھنڈی بھی ہو گرم بھی سفید بھی ہو اور سیاہ بھی۔

ممکن وہ شے ہے جس کے ساتھ قدرت متعلق ہو یا ہو سکتی ہو اور اگر اس کو واقع فرض کر لیا جائے تو کوئی خرابی لازم نہ آئے۔

Marfat.com

قدرت کے قائل یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے لیکن بولے گا نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر وہ جھوٹ بولدے تو خرابی لازم آئے گی یا نہیں جو وعدے اسنے جنت دوزخ کے لئے کئے ہیں اگر ان کو جھوٹ فرض کرلیا جائے تو سارا نظام بگڑ جائے گا۔ معلوم ہوا خرابی لازم آئے گی لہذا قدرت جھوٹ کے ساتھ متعلق نہیں ہوسکتی۔ کذب باری تعالیٰ ممکن نہیں ہے۔ تو پھر محال ہی ہے محال کی تعریف آپ کو بتائی کہ اس شے کے ساتھ قدرت متعلق نہیں ہوسکتی۔ اب اگر ہم کہیں کہ اللہ پاک جھوٹ بولنے پر قادر ہے تو اسکے معنی یہ ہوں گے کہ محال پر قادر ہے یعنی ایسی شے جس کے ساتھ قدرت متعلق نہیں ہوسکتی اس کے ساتھ قدرت متعلق ہوسکتی ہے۔ یہ بالکل مہمل بات ہے۔ تو معلوم ہوا کہ وہ جھوٹ نہیں بول سکتا اس نے فرمایا ان الساعۃ لاٰتیۃ لَارَیْبَ فِیْھَا۔ اگر یہ بات جھوٹی ہوجائے تو نظام دنیا اور عقبیٰ سب بگڑ جائے گا۔ (مؤمن۔ ۵۹)

ان اللہ علی کل شیٔ قدیر کے معنی کوئی نہ سمجھ سکا اگر کہیں خدا جھوٹ پر قادر ہے تو محال لازم آیا اور اگر کہیں کہ قادر نہیں ہے تو عجز لازم آیا جس کے لئے طبیعت انسانی تیار نہیں ہے۔ یہ قطعی حق ہے کہ اللہ ہر شے پر قادر ہے اسکے معنی یہ ہوئے کہ ہر شے کے ساتھ قدرت متعلق ہوسکتی ہے یا ہے اور یہ واقع ہے۔ معدوم کو موجود اور موجود کو معدوم، کم کو زیادہ اور زیادہ کو کم کردیا ہے۔

یہاں تین چیزیں ہوئیں اللہ کی ذات، دوسری اس کی قدرت اور تیسری وہ شے جس کے ساتھ قدرت متعلق ہوگی تو جس شے کے ساتھ قدرت متعلق ہوگی اس کا نام مقدور تو قادر قدرت اور مقدور تین چیزیں ہوئیں۔ قادر کے ساتھ قدرت متعلق نہیں ہے اگر قدرت متعلق ہوگی تو وہ قادر نہیں رہے گا مقدور ہوجائے گا۔ اسی طرح قدرت کے ساتھ اگر قدرت متعلق ہوگی تو مقدور ہوجائے گی۔ قدرت نہیں رہے گی۔ اس سے

Marfat.com

پتہ چلا قادر اور قدرت میں قدرت کے متعلق ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا وہ صرف مقدور میں پیدا ہوگا۔

تو اب یہ کہنا کہ وہ اپنی مثل پر قادر ہے۔ اپنی صفت پر قادر ہے یہ سوال ہی صحیح نہیں ہیں غلط ہیں اور جہاں مقدور کا سوال ہوگا وہاں وہ ہر شے پر قادر ہے۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝ وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِ اِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ (آل عمران ۱۵۷-۱۵۸)

اگر تم قتل کر دیئے گئے یا راہ خدا میں مر گئے۔ مر جانے کے یہ معنی ہیں کہ ابھی میدانِ جنگ میں نہیں پہنچے اور راستہ ہی میں مر گئے۔ بہر حال ارادہ کے بعد۔ دونوں صورتوں میں یہ اچھی چیز ہے تو ان لوگوں کے لئے مغفرت ہے اور اللہ کی رحمت مغفرت سے مراد یہ کہ عذاب سے نجات پا گئے۔ اور رحمت میں جنت اور انعام کے مستحق ہو گئے۔

اگر تم راہ خدا میں قتل کر دیئے گئے تو تاکید کے ساتھ کہا کہ تمہیں اللہ کے پاس اٹھنا ہے۔ تینوں چیزیں بیان کر دیں۔ عذاب سے بچنا۔ جنت کا مستحق ہونا اور اللہ سے تعلق رکھنا۔ اللہ کی حضوری میں پہنچ جاؤ گے۔ یہ نکتہ سمجھنے کا ہے کہ مغفرت اور رحمت خیر مما یجمعون تمام کائنات سے بہتر ہے مما یجمعون ان تمام چیزوں سے جو تم جمع کرتے ہو۔ دنیا کی جتنی نعمتیں ہیں وہ کائنات ہے۔ اور مال ان نعمتوں کے حصول کا ذریعہ ہے۔ مقصد بیان کرنیکا یہ ہے کہ تم جو نعمتوں کی محبت کی وجہ سے جہاد سے رکو گے تو یہ نعمتیں کل کی کل جو تم تمکو حاصل ہیں اور ہو سکتی ہیں سب گھٹیا ہیں اس شے سے جو تم کو جہاد میں ملے گی وہ بڑھیا شے ہے۔ مغفرت اور اللہ کی حضوری اور رحمت تو جس خیال سے تم رکنا چاہتے ہو مت رکو۔

اب اس کا حاصل سمجھ لیں کیا ہے اوّل تو مال کے حاصل کرنے میں اتنا تعب اور تکلیف ہے جسکی کوئی حد نہیں۔ پھر اتنی تکلیف اٹھانے کے بعد مال بھی حاصل

ہوجائے تو اس سے تمتع اور منفعت اٹھا سکنا ضروری نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ آج مال حاصل ہوا اور رات ہی کو ضائع ہوگیا۔ اور اگر مال کل تک باقی بھی رہ گیا تو ہوسکتا ہے کہ کوئی ایسی بات پیدا ہوجائے کہ مال سے نفع اٹھا سکنے سے روک دے۔ اور اگر نفع حاصل بھی ہوگیا اور کوئی بات روکنے والی پیدا نہ ہوئی تو آخر کبتک بالآخر مرنا ہے۔ چار ہی صورتیں ہیں۔ یا تو مال اور مال والا دونوں باقی رہیں گے۔ یا دونوں فنا ہوجائیں گے۔ یا مال باقی رہیگا مال والا فنا ہوجائیگا۔ یا مال والا باقی رہے گا مال فنا ہوجائیگا۔ اگر مال باقی رہا اور مال والا فنا ہوگیا تو بے کار۔ اگر مال والا باقی رہا اور مال فنا ہوگیا تب بے کار۔ اور اگر دونوں فنا ہوگئے تب بے کار۔ اگر دونوں باقی رہے تو انتفاع لازمی نہیں ہے۔ کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہوگیا کہ صحت نہیں ہوئی اور صحت بھی قائم رہی۔ اور فائدہ اٹھانا بھی رہا تو ہر وقت اس کے انقطاع کا خوف اتنا شدید ہوگا کہ اس کی حد نہیں۔ کیوں کہ جس شے میں لذت زیادہ ہوتی ہے اس کی جدائی میں زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔ اور بالآخر جدا ہونا ہی ہے۔ تو ہر صورت میں ناقابل التفات ہے۔ یعنی مال کی محبت کی بنا پر جہاد کو ترک کرنا ہے درحقیقت ایسا نہیں ہونا چاہیئے کیوں کہ یہ تینوں نعمتیں ہیں۔ ان میں خدا کی رحمت سب سے بہتر ہے اور ان سب کی جامع ہے۔ اس اصول کو سمجھ لیں ذرا باریک بات ہے۔ اوپر کی ترتیب ذہن میں رکھیں اور غور کریں۔ دراصل مال جو ہے وہ ذریعہ ہے تمام نعمتوں کے حاصل کرنے کا۔ کھانا، کپڑا، مکان ان کے حاصل کرنیکا ذریعہ ہے مقصود بالذات نہیں ہے۔ اگر ایک شخص کو کوٹھڑی میں بند کردیں اور کھانا پینا نہ دیں اور اس کا لاکھوں روپیہ بینک میں ہو تو سب بیکار ہیں لیکن چونکہ ہر شے جو مقصود ہوتی ہے مال کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے تو بار بار کے فعل سے ایک ملکہ راسخ پیدا ہوجایا کرتا ہے۔

کوئیں کی مینڈھ پر اور پکے فرش پر بار بار تقاطر سے گڑھا پڑ جایا کرتا ہے۔ یا رسی جیسی نرم چیز کے بار بار گذرنے سے کنویں کی گھری جو لوہے جیسی سخت دھات سے بنتی ہے اس میں بھی خار پڑ جاتے ہیں۔ سیلاب کس قدر عظیم الشان ہوتا ہے مگر یونہی گذر جاتا ہے پتھر پر کوئی اثر نہیں چھوڑتا لیکن بوند بوند مستقل تقاطر سے اس میں گڑھا پڑ جاتا ہے۔ تو کثرت افعال سے ایک راسخ اور مضبوط ملکہ پیدا ہو جاتا ہے۔ تو ہم نے دیکھا کہ روٹی روپے سے حاصل ہوتی ہے۔ کپڑا روپیہ سے حاصل ہوتا ہے۔ ٹوپی، جوتا، غرض ہر ضرورت کی شے روپیہ سے حاصل ہوتی ہے تو ہماری توجہ ان چیزوں سے ہٹ کر روپیہ کی طرف آ گئی کہ اصل مقصد روپیہ ہے اور مال کی محبت دل میں جم گئی۔ بازار میں دوکان میں ہم کھانا کھا رہے ہیں اور گاہک آ گیا جس سے منافع ہو سکتا ہے تو فوراً کھانا چھوڑ کر اس گاہک کی طرف متوجہ ہو جائیں گے کہ کہیں چلا نہ جائے۔ حالانکہ وہ منافع جو اس سے حاصل ہوگا وہ اسی کھانے کے لئے تو ہے۔ اس کا تجربہ روز ہوتا ہے۔ نفس کو دھوکہ لگ گیا۔ کیونکہ تمام ضرورت کی چیزیں موقوف ہیں روپیہ پر تو وہ مال کو مقصود سمجھ گیا۔ اور مال سے اس کو محبت ہو گئی۔ یہ شبہ ہو گیا ہے۔ جتنے غلط مذاہب ہیں سب کی بنیاد شبہ یہی ہے جیسے آم بڑی اچھی شے ہے لیکن آم کا رس اگر پیالے میں نکال لیں تو وہ مشابہ ہوگا بچے کی نجاست سے جو رقیق القلب لوگ ہیں یا جو ضعیف الاعصاب لوگ ہیں وہ اس کو مشتبہ سمجھ کر نہیں کھاتے۔ تو حق و باطل میں یہی شبہ ہوتا ہے ملتی جلتی چیزیں ہیں اس کا علاج یہ ہے کہ قرینہ سے جو شبہ پیدا ہوتا ہے تو قرینہ میں فرق دکھا دیا جاتا ہے۔ اگر آپ دریافت کریں کہ بھئی بتا خدا میں رسولؐ میں تجھے کیا شبہ ہے اور وہ بیان نہیں کر سکتا۔ یہ تو ضعف عقل کی وجہ سے ہے تو اس کا علاج تو یہ ہے کہ اس کو قوت پہنچائی جائے

لیکن قرینہ سے جو شبہ پیدا ہوتا ہے تو اس میں دلائل کی جو کمزوری ہے وہ بتائی جائے بار بار کے تجربہ سے جو اس نے گندی چیز کو دیکھا تو اس کو شبہ پیدا ہوا تو اس کا فرق بتایا جائے کہ اس میں خوشبو ہے بدبو نہیں ہے۔ اسی طرح بار بار یہ دیکھنے سے کہ نفع کی جتنی چیزیں ہیں مال سے حاصل ہوتی ہیں تو اس کی طبیعت نفع کی چیزوں سے ہٹ کر مال کی طرف آ گئی اس لئے ایک تھالی میں ایک روٹی رکھیئے اور ایک دوائی۔ اب کسی فقیر ضرورت مند سے کہیئے کہ ایک چیز ملے گی چاہے روٹی لے لیجئے چاہے دوائی تو کوئی فقیر روٹی نہیں لے گا سب دوائی اٹھا لیں گے۔ شاید ہزاروں میں سے ایک ایسا نکلے جو روٹی اٹھالے تو روپیہ ہے ذریعہ تمام مادّی اور جسمانی آسائشوں کا اور علم جو ہے وہ ذریعہ ہے روح کی آسائشوں کا۔ اور روحانی لذّت بہت قوی ہوتی ہے۔ جانور بھی اس کو جانتا ہے۔ دیکھئے شکاری کتا شکار کرتا ہے۔ وہ اس کی غذا ہے جسمانی لذّت کا سبب ہے مگر وہ اس کو نہیں کھاتا مالک کو لا کر دے دیتا ہے اس کی وجہ کیا ہے کہ جب وہ لے کر آتا ہے تو مالک خوش ہو کر اس کو چمکارتا ہے اور ہاتھ پھیرتا ہے۔ شاباش۔ اس سے جو اس کو روحانی خوشی ہوتی ہے اس پر جسمانی خوشی کو قربان کر دیتا ہے۔ اسے خود کھا لینا چاہیئے تھا مگر وہ چمکار اس کو نہ ملتی اور روح کو اس کے خوشی حاصل نہ ہوتی۔ اس سے پتہ چل گیا کہ روحانی لذت زیادہ قوی ہے اس بات کو کتا بھی جانتا ہے اور انسان نہ جانے یہ بڑی حیرت کی بات ہے۔ جب مال جسمانی لذّت کا ذریعہ ہے اور علم روحانی لذّت کا تو جو نسبت بدن کو روح سے ہے وہی نسبت بدن کی لذّت کو روح کی لذّت سے ہے۔ اور جو نسبت بدن کی لذّت کو روح کی لذّت سے ہے وہی نسبت بدن کی لذّت کے ذریعہ کو روح کی لذّت کے ذریعہ سے ہے۔ بدن کی لذّت کا ذریعہ مال ہے اور روح کی لذّت کا ذریعہ علم ہے تو جو نسبت بدن

Marfat.com

کو روح سے ہے وہی نسبت مال کو علم سے ہے اور بدن بغیر روح کے جلانے اور دفن کرنے کے قابل ہے۔ اسی طرح مال بغیر علم کے جلانے اور دفن کرنے کے قابل ہے اچھی چیز نہیں ہے سانپ ہے اسی لئے سانپ کی شکل میں ظاہر ہوگا۔ اب بات واضح ہو گئی کہ مال کی محبت میں جہاد سے نہیں رکنا چاہیئے۔ یہ بہت بڑی غلطی ہے بلکہ فوراً شریک ہونا چاہیئے۔ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ (بقرہ ۲۱۶) تم چھوٹے ہو یا بڑے۔ کمزور ہو یا طاقتور غریب ہو یا مالدار۔ جہاد سب پر فرض ہے۔ انْفِرُوا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (توبہ ۴۱) ہلکے ہو یا بھاری ہر صورت میں جہاد واجب ہے جہاد۔ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (توبہ ۴۱) اللہ کی راہ میں جہاد کرو اپنی جان سے اور اپنے مال سے۔

اگر تمہیں شعور ہو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ ہر شخص پر جہاد واجب ہے جہاد کے جتنے اجزاء ہیں ذرائع ہیں جتنے اقدام ہیں سب کو ہر شخص پورا کرے۔ میں ادھر بیان کرتا مگر اندھیرے سے پہلے پہنچنا ہے اس لئے آج کا سبق یہی ہے۔

Marfat.com

ہدیہ بہ بارگاہ رسُول مقبُول صلی اللہ علیہ وسلم

لَہٗ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتَابِ اَقْوَامًا وَّیَضَعُ بِہٖ آخَرِیْنَ (مسلم شریف)

# تفسیرِ اُولیٰ

## جلد سوم

سورۂ بقرہ کے چند رکوعات کی جامع تفسیر

از

رت امام المتکلمین ومحققین علامہ حافظ محمّد ایوّب صَاحب

دہلوی قدس اللہ سرّہٗ

مکتبۂ رازی ۱۵۔ شہاب مینشن محمد بن قاسم روڈ۔ کراچی ۱

(آئیڈیل پیکجز کراچی ۱)

www.marfat.com